سلسلہ تقاریر "تعارف الکتاب"

ڈاکٹر اسرار احمد

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ　　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ
مِّنْ رَّبِّھِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْہُ وَھُمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ لَاھِیَۃً قُلُوْبُھُمْ ط
وَاَسَرُّوا النَّجْوَی ق صلے الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ق صلے ھَلْ ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ج
اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۱-۳)

قرآن مجید کا سترھواں پارہ "اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ" کے نام سے موسوم ہے اور یہ پورے قرآن مجید میں اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس کے نصفِ اوّل میں بھی ایک مکمل سورۃ وارد ہوئی ہے اور نصفِ ثانی میں بھی یعنی سورۃ الانبیاء اور سورۃ الحج۔ سورۃ الانبیاء اپنے مضامین کے اعتبار سے سورۂ مریم سے بہت مشابہ ہے، اس لیے کہ اس میں بھی ایک کثیر تعداد میں انبیاء کرام کا ذکر ہے اور وہ ان کی ذاتی شخصیت اور اس کی عظمت کے پہلو سے۔ اور اس سورۂ مبارکہ میں بھی سورۂ مریم ہی کی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر عین وسط میں وارد ہوا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے آغاز میں تو انسانوں کی غفلت کا ذکر ہے کہ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ یعنی لوگوں کے لیے ان کا محاسبہ ان کے بالکل سروں پہ آچکا ہے۔ موت کا کچھ علم نہیں کہ وہ کب آجائے اور جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا: من مات فقد قامت قیامتہ (الحدیث) "جس کی موت واقع ہو گئی اس کی تو قیامت قائم ہو گئی" لیکن لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ غفلت ہی میں اعراض و انکار کی روش پر اڑے رہتے ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ میں بھی وہ مضمون ایک مرتبہ پھر آیا ہے جو اس سے پہلے سورۂ مریم میں بڑی تفصیل سے آچکا ہے۔ اور اجمالاً اس کی طرف اشارہ سورہ طٰہٰ میں بھی ہوا ہے۔ فرمایا گیا: خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (آیت ۳۷)

یعنی انسان کا خمیر جس مٹی سے اٹھایا گیا ہے اس میں عجلت پسندی جزو لاینفک کی حیثیت سے موجود ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ جو بھی کام کرنا ہو جلد از جلد کر لے حالانکہ ہر کام کے لیے ایک تدریج معین ہے اور اس کے مراحل کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی تکمیل کے لیے انسان کو کوشاں ہونا چاہیے۔ اس سورۂ مبارکہ میں وہ آیۂ کریمہ بھی وارد ہوئی جو اپنی غلطی کے اعتراف اور اللہ سے عفو و درگزر کی درخواست کے پہلو سے قرآن مجید کی عظیم ترین آیت ہے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا قول لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّي كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (آیت ۸۷) "اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں' تو پاک ہے' (برتر ہے' اعلیٰ ہے' منزہ ہے اور ارفع ہے ہر عیب سے' ہر کمی سے' ہر نقص سے' ہر احتیاج اور ضعف سے) بے شک میں ہی تھا جس نے اپنی جان پر ظلم کیا"۔ یہ آیت کریمہ جیسا کہ عرض کیا گیا' استغفار اور اللہ تعالیٰ سے عفو اور درگزر کے طالب ہونے کے اعتبار سے بڑی ہی جامع اور مؤثر دعا کی حیثیت رکھتی ہے۔ سورۃ الانبیاء ہی میں وہ عظیم آیت وارد ہوئی کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (آیت ۱۰۷) "اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ اس سے پہلے ایک موقع پر یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ نبوت اور رسالت رحمتِ خداوندی کے مظہر ہیں اور یہ نبوت و رسالت چونکہ مکمل ہو گئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تو گویا آپؐ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مظہرِ اتم ہیں اور چونکہ آپؐ کی بعثت پوری نوع انسانی کے لیے ہوئی ہے اس لیے آپؐ کا دورِ رسالت تاقیامِ قیامت جاری ہے' لہٰذا فرمایا گیا کہ : وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

سورۃ الحج بھی قرآن مجید کی ایک بہت اہم اور بہت جلیل القدر سورۃ ہے۔ اس کے عین وسط میں مناسکِ حج کا ذکر ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہ تکرار ذکر ہوا ہے اور قربانی کے ذکر کے ضمن میں وہ الفاظ بھی وارد ہوئے کہ : لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ (آیت ۳۷) "اے لوگو! اللہ تک تمہاری قربانیوں کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون' بلکہ اللہ تک پہنچنے والی چیز تو تقویٰ ہے" اگر وہ موجود ہو۔ اور اگر دل تقویٰ سے خالی ہو تو چاہے کوئی شخص ہزاروں روپے کا جانور اللہ کی راہ میں قربان کر دے' اللہ کے میزان میں اس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ اللہ اصل میں لوگوں کے دلوں کی طرف دیکھتا ہے کہ ان میں تقویٰ' خشیتِ الٰہی اور محبتِ خداوندی موجود ہے یا نہیں۔ سورۃ الحج کے آغاز میں قیامت کا ذکر بڑے پرہیبت انداز میں ہوا ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو اس کی پکڑ سے بچتے رہو واقعہ یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بہت ہی مہیب ہو گا۔" اس کے بعد اس کا تفصیلی نقشہ کھینچا گیا ہے۔

سورۃ الحج کے آخر میں مسلمانوں کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا ہے: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (آیت ۷۷) "اے اہل ایمان رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی پرستش کرو (اس کی بندگی کرو اس کی کامل اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لو) اور بھلے کام کرو (نیک کام کرو خلق خدا کی بہتری کے لیے کوشاں رہو) تاکہ تم فلاح پاؤ۔" وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔ (آیت ۷۸) "اور اللہ کی راہ میں جدّوجہد کرو (محنت کرو، کوشش کرو، سعی کرو) جتنا کہ اس کے لیے محنت اور سعی کا حق ہے" اور اس سعی و جہد کا ہدف کیا ہے؟ لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ ۝ "تاکہ رسولؐ ہو جائیں گواہ تم پر اور تم گواہ ہو جاؤ نوع انسانی پر" رسولؐ نے جس طرح دین کی تبلیغ کی، قرآن تم تک پہنچا دیا، اللہ کی طرف سے حجت تم پر قائم کر دی، اسی طرح تم قرآن کو پہنچاؤ اور دین کی تبلیغ کرو پوری نوع انسانی کو، اور ان پر حجت قائم کر دو۔ اللہ کی توحید کی گواہی دو، محمدؐ کی رسالت کی گواہی دے دو۔ بقول علامہ اقبال:

ع دے تو بھی محمدؐ کی صداقت کی گواہی!

سورۃ الحج میں ایک اور اہم مضمون جو وارد ہوا ہے وہ اہل ایمان کو قتال کی اجازت ہے۔ اس سے پہلے اہل ایمان کو اپنی مدافعت میں بھی ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔ حکم تھا کہ ماریں کھاؤ، تشدّد کو جھیلو، مصائب کو برداشت کرو لیکن اپنی مدافعت میں بھی تمہیں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے لیکن اب ہجرت کے بعد مسلمانوں کو اجازت مل گئی: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۝ (آیت ۳۹) یعنی اہل ایمان کو اب اجازت دی جا رہی ہے جن پر تشدد روا رکھا گیا، جن پر جنگ ٹھونس دی گئی، اب انہیں کھلی اجازت ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ اور اللہ ان کی نصرت پر قادر ہے۔ اللہ انہیں غالب کر دینے پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔ ساتھ ہی پیشگی اطلاع دے دی گئی کہ مسلمانو! اب تمہارے غلبہ اور اقتدار کا دور قریب ہے لیکن تمہیں اقتدار و غلبہ اور تمکّن فی الارض حاصل کرنے کے بعد دنیا والوں کی روش اختیار نہیں کرنی ہے بلکہ تمہیں مصداق بننا ہے

ان الفاظ مبارکہ کا کہ: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ (آیت ۴۱) وہ لوگ کہ جنہیں ہم زمین میں غلبہ عطا فرمائیں، تمکن عطا فرمادیں، اقتدار سے نوازیں تو وہ نماز کو قائم کریں گے، زکوٰۃ کا نظام قائم کریں گے، نیکیوں کا حکم دیں گے اور بدیوں سے روکیں گے۔ خیر کی تبلیغ واشاعت اور شر کا استیصال ان لوگوں کا فرضِ منصبی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں تمکن اور غلبہ واقتدار عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

بقیہ : حرف اول

شائع کر دیا گیا کہ اس طرح اس اہم بحث کے بعض نئے گوشے قارئین کے سامنے آئیں گے اور مولانا محترم کی جانب سے اس کا جواب اس ضمن میں مزید رہنمائی کا باعث بنے گا۔ ہم مولانا کے احسان مند ہیں کہ انہوں نے برادرم عاطف وحید کے مضمون کا بھی مفصل جواب ہمیں ارسال فرمایا جسے حکمت قرآن کی گزشتہ اشاعت میں شائع کیا گیا۔ اس کے جواب میں برادرم عاطف وحید کی جانب سے پھر ہمیں ایک تحریر موصول ہوئی۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض قارئین کے خطوط بھی ہمارے سامنے آئے جن میں بحث کو مزید جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔ لہٰذا موضوع کی اہمیت اور قارئین کی دلچسپی کے پیش نظر برادرم عاطف کے جواب مضمون کو زیر نظر شمارے میں شامل کیا گیا ہے۔ تاہم اس سے مقصود ہرگز بحث برائے بحث نہیں' بلکہ ہم اسے علمی تحقیق کا ایک ناگزیر حصہ سمجھتے ہیں جس کی اس دور میں اشد ضرورت ہے۔ ہم توقع کرتے ہیں کہ مولانا موصوف بھی اس معاملے کو اسی نظر سے دیکھیں گے اور برادرم عاطف کے حالیہ مضمون میں اٹھائے گئے اشکالات پر سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے اس کا جواب تحریر فرما کر اسی طرح ہم سے تعاون فرمائیں گے جیسا کہ اس سے قبل وہ ہمارے ساتھ بھرپور تعاون اور ہم پر شفقت فرماتے رہے ہیں۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء OO